ہر ملک ملکِ ماست۔۔۔

تحریر: مولانا منظور احمد آفاقی، نوتک محمید، ڈیرہ غازی خان

مورخہ ۱۸، ۱۹ مئی ۱۹۹۶ء کے جنگ میں محترم عبدالعزیز خالد صاحب کا ایک مضمون "وطنیت اور حب وطن" دو قسطوں میں شائع ہوا ہے۔ موصوف نے ایک طے شدہ مسئلے کو خواہ مخواہ الجھا دیا ہے۔ ایک جھوٹی اور من گھڑت روایت کی بنیاد پر جو عمارت کھڑی کی ہے وہ تنقید و جرح کے ایک جھونکے سے زمین بوس ہو جاتی ہے۔ ایسی کمزور دلیل کی بنا پر اتنا بڑا دعویٰ کرنا کم از کم عبدالعزیز خالد صاحب کو زیب نہیں دیتا۔ موصوف نے اپنے اس مضمون کا آغاز (غالباً اپنے) اس قطعہ سے کیا ہے۔

"ہو کیوں نہ ملک سلیماں سے بڑھ کے ارض وطن
ہو کیوں نہ خار وطن رشک سنبل و ریحان
ہیں جس کے امتی ہم، اس رسول رحمت ﷺ کی
حدیث پاک ہے: حب الوطن من الایمان

یعنی وطن کی محبت بھی حصہ ہے ایمان کا۔ معلوم نہیں برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے گوش عقیدت میں کس نے یہ افسوں پھونک دیا کہ حب وطن عقیدہ توحید سے متصادم ہے۔ اپنی مرز بوم سے محبت شرک خفی ہے۔ مرد مومن کو کسی وطن کا پابند نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کی وفاداری کسی جغرافیائی سرحد سے نہیں ہونی چاہیئے۔ اسے کسی خطہ ارض کو اپنا وطن، اپنا مستقر، اپنی منزل گاہ نہیں سمجھنا چاہیئے۔ اس کی جولان گاہ تو سارا جہان ہے۔ ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست!" (۱)

خالد صاحب ایسے عالم فاضل سے یہ بات مخفی نہیں ہو گی کہ کتب احادیث میں درج ہر روایت اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوتی جب تک محدثین اس کے صحیح یا غلط ہونے کا فیصلہ صادر نہ کریں۔ زیر بحث روایت "حب الوطن من الایمان" حدیث کے مستند مجموعوں میں درج نہیں ہے۔ کیونکہ متعدد محدثین نے اس کے بارے میں "لم اقف علیہ" کہہ کر اپنی لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ ان میں سے چند محدثین کے نام درج ذیل ہیں:

(۱)	علامہ صنعانیؒ	(م ۶۵۰ھ)(۲)
(۲)	علامہ زرکشیؒ	(م ۷۹۴ھ)(۳)
(۳)	حافظ ابن حجرؒ	(م ۸۵۲ھ)(۴)
(۴)	علامہ سخاویؒ	(م ۹۰۲ھ)(۵)
(۵)	علامہ سیوطیؒ	(م ۹۱۱ھ)(۶)
(۶)	علامہ سمہودیؒ	(م ۹۱۱ھ)(۷)
(۷)	علامہ منوفیؒ	(م ۹۳۱ھ)(۸)
(۸)	علامہ ابن دیبعؒ	(م ۹۴۴ھ)(۹)
(۹)	علامہ محمد طاہر پٹنیؒ	(م۹۸۶ھ)(۱۰)
(۱۰)	ملا علی قاریؒ	(م ۱۰۱۴ھ)(۱۱)
(۱۱)	علامہ شیخ مرعیؒ	(م ۱۰۳۳ھ)(۱۲)
(۱۲)	علامہ غزیؒ	(م ۱۱۴۳ھ)(۱۳)
(۱۳)	شیخ عجلونیؒ	(م ۱۱۶۲ھ)(۱۴)
(۱۴)	علامہ سندروسیؒ	(م۱۱۷۷ھ)(۱۵)
(۱۵)	علامہ امیر کبیرؒ	(م۱۲۳۲ھ)(۱۶)
(۱۶)	علامہ حوت بیرونیؒ	(م۱۲۷۶ھ)(۱۷)
(۱۷)	علامہ ظافر ازہریؒ	(م۱۳۲۹ھ)(۱۸)

ان جلیل القدر محدثین نے جرأت سے کام لیتے ہوئے اس روایت کو "حدیث رسول" ماننے سے انکار کردیا ہے بلکہ اسے "بے اصل" "موضوع" اور "باطل" قرار دیا ہے۔ اگرچہ علامہ سخاوی نے اس روایت کے مفہوم کو صحیح لکھا ہے(۱۹) لیکن علامہ منوفی نے اس کی بھی تردید کردی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

"اس روایت کے معنی کو صحیح قرار دینا بڑا ہی عجیب ہے، کیونکہ وطن کی محبت اور ایمان میں کوئی مناسبت ہی نہیں اور اللہ تعالی کا منافقین کے حق میں یہ کہنا "اگر ہم نے انہیں حکم دیا ہوتا کہ اپنے آپ کو ہلاک کردو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے کم ہی آدمی اس پر عمل کرتے،(النساء ۶۶) اس کی تردید کر رہا ہے کیونکہ اس آیت سے معلوم

ہوتا ہے کہ منافق بھی اپنے وطن سے محبت کرتے ہیں حالانکہ وہ ایمان سے خالی ہوتے ہیں"۔(۲۰)

ملا علی قاری نے ایک طرف تو مختلف محدثین کے حوالوں سے اس روایت پر جرح کرتے ہوئے یہ رائے قائم کی ہے کہ "لااصل لہ عند الحفاظ" (۲۱) حفاظ (حدیث) کے نزدیک اس روایت کی کوئی اصل (بنیاد) نہیں ہے۔ لیکن دوسری طرف اس کے مفہوم کو (علامہ سخاوی کی طرح) صحیح قرار دینے کے لئے چند توجیہات بھی کی ہیں (۲۲) جو مفسرین اور محدثین کی نسبت اہل تصوف کے خیالات سے زیادہ ہم آہنگ ہیں۔ چنانچہ ان کی تردید کرتے ہوئے علامہ صباغ لکھتے ہیں:

"کاش مصنف (ملا علی قاری) اپنی کتاب (الاسرار المرفوعۃ) کو صوفیوں کی آراء سے پاک رکھتے جو راہ صواب سے ہٹی ہوئی ہیں اور محدثین کی روش سے بھی میل نہیں رکھتیں"(۲۳)

دور حاضر کے محدثین میں سے علامہ البانی اور علامہ صباغ نے بھی اس جھوٹی روایت کی تردید میں قلم اٹھایا ہے۔

علامہ البانیؒ لکھتے ہیں:

"یہ روایت موضوع ہے جیسا کہ علامہ صغانی وغیرہ نے کہا ہے (مزید براں) اس کا معنی بھی درست نہیں ہے کیونکہ وطن کی محبت، جان اور مال کی محبت کی مانند ہے اور یہ انسان کے فطری جذبات ہیں جن پر کسی کی مدح نہیں کی جاتی اور نہ یہ ایمان کے لوازمات میں شامل ہیں۔ دیکھتے نہیں کہ وطن کی محبت تمام انسانوں میں یکساں پائی جاتی ہے اور اس باب میں مومن اور کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے"۔(۲۴)

علامہ صباغ رقم طراز ہیں۔

"یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ موضوع ہے جب ہم آج کے واقعات کی روشنی میں اس حدیث کے متن پر غور کرتے ہیں تو اس امر میں کوئی شک باقی نہیں رہتا کہ یہ حدیث موضوع اور باطل ہے۔ ہمارے زمانے میں دشمنان اسلام نے اس حدیث کو ہاتھوں ہاتھ لیا ہے اور معاشرے سے دینی اقدار کو بیخ و بن سے اکھاڑنے کی در پے ہوگئے ہیں۔ انہوں نے ماضی قریب میں نظریۂ وطنیت کو ایسا رنگ دیا ہے کہ اسے عین دین بنا دیا ہے۔ شعراء

بھی وطن کے گیت گنگنانے لگے ہیں۔ حتیٰ کہ کچھ شاعروں نے تو وطن کو جنت خلد سے بھی بڑھادیا ہے۔ ہم اس حماقت سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ مسلمان کا وطن اس کا عقیدہ ہے اور ہر وہ علاقہ مسلمان کا وطن ہے جہاں عقیدہ توحید کو بالادستی حاصل ہو"(۲۵)

برصغیر کے علماء میں سے مولانا مودودی مرحوم اس روایت کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ پر یہ بہتان گھڑا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:
حب الوطن من الایمان" حالانکہ ایسی کوئی صحیح حدیث آپ سے ماثور نہیں ہے"(۲٦)

حقیقت خرافات میں کھو گئی — یہ امت روایات میں کھو گئی

جناب خالد صاحب لکھتے ہیں:

"معلوم نہیں برصغیر پاک وہند کے مسلمانوں کے گوش عقیدت میں کس نے یہ افسوں پھونک دیا کہ حب وطن عقیدہ توحید سے متصادم ہے؟"

صرف برصغیر نہیں بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے گوش عقیدت " میں یہ " افسوں" اسلام نے پھونکا ہے کہ ان کا وطن جغرافیائی لکیروں میں محدود نہیں ہے ان کے علاقے کی حد بندیاں پہاڑ اور دریا نہیں کرتے ان کے ملک کی بنیاد رنگ، نسل اور زبان وغیرہ کے اختلافات پر نہیں رکھی گئی۔ کلمہ گو مسلمان دنیا کے جس خطے میں آباد ہوں وہی ان کا وطن ہے۔ اگر کسی علاقے کی زمین ان پر تنگ ہوجائے تو اسے خیر باد کہہ دیں اور کسی دوسری جگہ اپنا وطن بنائیں کیونکہ خدا کی زمین بہت کشادہ ہے(۲۷)

شاعر مشرق فرماتے ہیں۔

عقدہ قومیت مسلم کشود — از وطن آقائے ما ہجرت نمود
حکمتش یک ملت گیتی نورد — براساس کلمہ تعمیر کرد
تا ز بخششہائے آں سلطان دیں — مسجد ما شد ہمہ روئے زمیں
صورت ماہی بہ بحر آباد شو — یعنی از قید مقام آزاد شو(۲۸)

موصوف لکھتے ہیں،

"ہاتف اسے مسلسل صدا دیتا ہے:

ہے ترک وطن سنت محبوب الٰہی   دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

مگر ادب سے گذارش ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ترک وطن ان معنوں میں نہیں کیا تھا جن معنوں میں شاعر کے پیش نظر ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ حضور ﷺ نے اپنے ملک عرب کو نہیں چھوڑا تھا انہوں نے صرف اس کے ایک شہر مکہ کی فضا کو مخالف وناساز گار پا کر دوسرے شہر یثرب۔۔۔۔۔۔ کو ہجرت کی۔۔۔۔۔ حضور ﷺ کی یہ ہجرت ترک وطن نہیں تھی کیونکہ مدینہ منورہ بھی جزیرہ نمائے عرب کا ویسے ہی حصہ ہے جیسے ام القری مکہ معظمہ، یہ اپنے ہی وطن میں نقل مکانی کا عمل تھا"

موصوف نے نام لئے بغیر علامہ اقبال کے نظریہ کی تردید کی ہے۔ حالانکہ اس نظریہ کی تردید اس قدر آسان نہیں ہے، مزید براں انہوں نے شاید ہجرت کا مفہوم بھی صحیح نہیں سمجھا۔ اپنی جائے پیدائش سے فطری محبت اور اپنے وطن سے محبت (اسلام کی تعلیمات کی روسے) کے درمیان فرق نہیں کرسکے بلکہ دونوں کو یکساں سمجھتے ہوئے شدید مغالطے کا شکار ہوئے ہیں اور اپنے پورے مضمون میں خلط مبحث کرتے چلے گئے ہیں۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو وطنیت کا جو تصور دیا ہے وہ مغربی تصور وطنیت سے بالکل جدا اور الگ ہے۔ دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اور ارباب بصیرت اس فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے چلے آئے ہیں۔

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

بلاشبہ اپنی جائے پیدائش اور اپنے علاقے سے لوگوں کو محبت ہوتی ہے، ہر شخص اپنے ملک سے لگاؤ رکھتا ہے حتی کہ اس کے دفاع کے لئے جان کی بازی بھی لگا دیتا ہے لیکن یہ محبت ایک فطری جذبہ ہے جو تمام انسانوں میں یکساں پایا جاتا ہے۔ کافر بھی اپنے ملک سے اسی طرح محبت کرتے ہیں جس طرح مسلمان اپنے وطن سے۔ لہذا حب وطن کو کسی طور ایمان کے ساتھ منسلک نہیں کیا جاسکتا۔ ایسی محبت سے قرآن حکیم اور صحیح حدیثیں خاموش ہیں۔ محدثین نے ایمان کی "شاخوں" اور فقہاء نے ارکان ایمان پر "مفصل بحثیں کی ہیں لیکن کسی نے ان میں حب وطن کو شامل نہیں کیا۔ اگر اپنے "محبوب وطن" کی زمین ایک مسلمان پر تنگ ہوجائے اور وہ وہاں اسلام کی روشنی میں چل پھر نہ سکے تو اسے وہ "پیارا وطن" چھوڑ دینا

چاہیے۔ ہجرت مدینہ سے پہلے ہجرت حبشہ عمل میں آئی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے پیروکاروں کو حبشہ کی طرف چلے جانے کا حکم دیا جسے کسی طرح "نقل مکانی کا عمل" نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح ہجرت مدینہ کو بھی "اپنے ہی وطن میں نقل مکانی کا عمل" کہنا روا نہیں ہے کیونکہ اگر رسول اللہ ﷺ کو یثرب کے بجائے حبشہ یا عرب سے باہر کسی اور ملک یا شہر کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ملتا تو آپ بلا تامل اس علاقے کی طرف تشریف لے جاتے اور اس بحث میں ہرگز نہ پڑتے کہ عرب ہماری قوم کا ملک ہے اس وطن کو چھوڑیں یا نہ چھوڑیں، ممکن ہے کہ یہ بحث وطن پرستوں کے لئے کوئی اہمیت رکھتی ہو لیکن اللہ کے پیغمبروں کے نزدیک یہ ایک فضول بحث ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے قبل جن انبیاء کرام کو ہجرت کا حکم ملا انہوں نے فوراً اس حکم پر لبیک کہا اور اپنی جائے پیدائش، اپنے علاقے اور اپنے ملک کو اللہ تعالی کے حکم پر خیرباد کہہ دیا اور یہی ہے ہجرت کا سادہ سا مفہوم جسے وطن پرست لوگ نہیں سمجھ سکتے۔

قصہ گویاں حق زما پوشیدہ اند　　　معنی ہجرت غلط فہمیدہ اند

رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے یثرب تشریف لائے تو آپ نے وہاں ایک اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ اس نئی مملکت کی نیو عقیدۂ توحید پر رکھی گئی اور رنگ، نسل، زبان وغیرہ کو درخور اعتناء نہ سمجھا گیا۔ اوس، خزرج، مکہ سے آنے والے مہاجر، حبش سے آنے والے بلال علیہ السلام، روم سے آنے والے صہیب علیہ السلام، فارس سے آنے والے سلمان علیہ السلام اور دیگر قبائل کے لوگ اس مملکت کے یکساں شہری ٹھہرے۔ ان میں مقامی اور غیر مقامی، عربی اور عجمی، گورے اور کالے میں کوئی امتیاز روا نہ رکھا گیا۔ پھر اس نوزائیدہ مملکت کی سرحدیں پھیلنے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا جزیرہ نمائے عرب ایک اسلامی ملک بن گیا۔ رسول خدا ﷺ کو عالم رؤیا میں مشرق اور مغرب میں وہ مقامات دکھائے گئے جہاں تک آپ کی امت نے اس مملکت کو وسیع کرنا تھا(۲۹)

آپ نے صحابہ کرام کو چند بڑے بڑے شہروں اور ممالک (فارس، روما، یمن، شام، عراق، مصر، خیبر، قسطنطنیہ وغیرہ(۳۰) کی فتح کی خوشخبری بھی سنائی۔ چنانچہ آپ کی یہ پیشین گوئیاں حرف بہ حرف پوری ہوئیں اور آپ کی امت کا ملک اسپین اور فرانس کی سرحدوں سے لے کر سندھ اور ہندوستان کی سرحدوں تک پھیل گیا۔ یہ پورا خطہ ہر قسم کے

اختلافات کو مٹا کر ایک ہی حکومت (خلافت) کے زیر نگین آ گیا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے شعوب و قبائل، رنگ و خون، عربی و عجمی اور زبان و نسل کے بتوں کو توڑ کر تمام کلمہ گو مسلمانوں کو ایک ملت کی شکل دی اور اس "امت واحدہ" کے لئے جو ملک بنایا گیا وہ بھی "مملکت واحدہ" ہی تھا کیونکہ دوسرے مروجہ ممالک اس ملت کے مزاج کے موافق نہیں تھے۔

یہ ہے اسلامی مملکت (یا اسلامی وطنیت) کا تصور جو ماضی اور حال کے تصور وطن سے یکسر مختلف اور جدا ہے۔

نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا
بنا ہمارے حصار ملت کی اتحاد وطن نہیں ہے۔

مغربی تصور وطنیت مکیاولی کا ایسا تراشا ہوا بت ہے جس کی پرستش نہایت خشوع خضوع سے ساری دنیا میں ہو رہی ہے اور ستم یہ ہے کہ اسلامی ممالک بھی اس دوڑ میں کسی سے پیچھے نہیں رہے حتی کہ پاکستان ایسے خالص نظریاتی ملک میں بھی، جس کی بنیاد "لاالہ الااللہ" پر رکھی گئی تھی، یہ نظریہ اسی شدت سے کار فرما ہے جس طرح دوسرے سیکولر ممالک میں۔

ڈاکٹر فیروزالدین صاحب مغربی نظریہ وطنیت اور اس کے بانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔ "مکیاولی اٹلی کا وہ فلسفی ہے جو قومیت یا وطنیت کے نظریہ کا مبلغ ہے اور جس نے اسے ایک اجتماعی فلسفہ کی شکل دی ہے اس کا عقیدہ یہ ہے کہ ریاست کی حفاظت اور ترقی انسان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے، لہذا ضروری ہے کہ مذہب اور اخلاق اس کے ماتحت اس کے خدمت گزار بن کر رہیں جب ریاست کے مفاد اس بات کا تقاضا کریں تو حکمران کے لئے جائز ہی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دغا، مکر، فریب، جھوٹ، اور ظلم سے جس قدر چاہے کام لے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۲۔ وطنیت یا علاقائی قومیت کا نظریہ بالقوہ انسان اور کائنات کا ایک مکمل نظریہ ہے کیونکہ وہ اپنے معتقد کی پوری زندگی کو معین کرتا ہے لیکن وہ ایک مدلل اور منظم فلسفہ یا نظام حکومت کی صورت میں نہیں۔ خود مکیاولی نے عقلی اور علمی لحاظ سے اس نظریہ کو درست ثابت کرنے کے لئے کوئی دلائل نہیں دیئے۔ اپنی کتاب "دی پرنس" میں اس نے جو طرز بیان اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر وطن کو ایک آدرش یا نصب العین مان لیا جائے (اور وہ

فرض کرتا ہے کہ اسے ایک آدرش مانا جاچکا ہے) تو پھر اس آدرش کی حفاظت اور خدمت کے تقاضے کیا ہوتے ہیں؟

۳۔ مکیاولی کی کتاب ایک سچے وطن پرست حکمران کے لئے قواعد حکومت مرتب کرتی ہے۔ اس کا خیال یہ ہے کہ بہترین حکمران وہ ہے جس میں وطن کی محبت کے علاوہ اور تمام خواہشات اور جذبات مردہ ہوں، انصاف اور ظلم، رحم اور بے رحمی، جھوٹ اور سچ، عزت اور بے عزتی، اس کے نزدیک بے معنی الفاظ ہوں اور وہ اپنی عاقبت، اپنے ضمیر یا اپنی سیرت کو بچانے کی بجائے اپنے وطن عزیز کو بچانے کے لئے ہمیشہ تیار رہے اگر اس کے موقف کو ایک فقرہ میں بیان کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ "بددیانتی ایک سچے وطن پرست حکمران کے لئے بہترین حکمت عملی ہے"۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۴۔ مکیاولی کی عظمت اس بات پر موقوف ہے کہ اس نے وطن پرستوں کو ان کے فرائض اور ذمہ داریوں سے آگاہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ خدا، مذہب اور اخلاق کے بارہ میں ان کا اصلی اور صحیح مقام یہ ہے کہ یا وہ خدا، مذہب اور اخلاق کے خیال کو ترک کردیں یا وطن پرستی کو خیر باد کہہ دیں۔۔۔۔۔۔۔۔

۵۔ مکیاولی کا نظریہ اس وقت ریاستوں کے سیاستدانوں پر ہی مسلط نہیں بلکہ ان کے عوام پر بھی پوری طرح سے مسلط ہے لہذا قومی ریاستوں کی تعداد اور وسعت کو دیکھ کر یہ کہنا درست ہے کہ مکیاولی اس وقت دنیا بھر میں عملی سیاست کے کامیاب ترین حکماء میں سے ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۶۔ فرد کی وطنیت یا قومیت کا دارومدار ایسے اوصاف پر ہے جو قدرت کی طرف سے اتفاق ولادت کے نتیجہ کے طور پر اسے حاصل ہوتے ہیں۔ لہذا کوئی شخص ایک قوم یا ایک وطن کو ترک کرکے دوسری قوم یا دوسرے وطن کو اختیار نہیں کرسکتا۔ غیر انگریز کے لئے انگریز ہونا اور غیر جرمن کے لئے جرمن ہونا ناممکن ہے"۔

مکیاولی کے اس نظریہ کو اپنانے کے بعد دنیا میں اس کے جو خوفناک نتائج برآمد ہوئے ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

۷۔ "ممکن نہیں تھا کہ وطن پرست سیاستدان مکیاولی کے نظریہ کو قبول کرتے لیکن اس کے خوفناک نتائج سے محفوظ رہتے۔ یہ نتائج قوموں کی شدید باہمی رقابت اور پھر عالمگیر

جنگوں کے ایک غیر متناہی سلسلہ میں نمودار ہوئے۔ اب تک انسانیت دو عالمگیر جنگوں کی ہولناک تباہ کاریوں سے دوچار ہوچکی ہے اور تیسری ان دونوں سے زیادہ ہولناک عالمگیر جنگ کے بادل کرہ ارض کی فضاء پر منڈلا رہے ہیں"۔

وطن پرستی کے انہیں خوفناک نتائج کو دیکھتے ہوئے علامہ اقبال نے بجا کہا تھا:

اقوام جہاں میں ہے رقابت تو اسی سے — تسخیر ہے مقصد تجارت تو اسی سے
خالی ہے صداقت سے سیاست تو اسی سے — کمزور کا گھر ہوتا ہے غارت تو اسی سے
اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے — قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

ڈاکٹر رفیع الدین اسلامی ریاست اور قومی ریاست کا باہم موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۸۔ مقاصد اور نتائج کے لحاظ سے ایک قومی ریاست کو ایک اسلامی ریاست سے کوئی نسبت نہیں۔ ایک اسلامی ریاست میں افراد کے باہمی اتحاد کی وجہ خدا کی محبت ہوتی ہے اور ایک قومی ریاست کے مفاد کا نچوڑ ریاست کے اندر باہر ساری نوع بشر کی خود شعوری کی تربیت ہے اور قومی ریاست کے مفاد کا ماحصل ایک خاص نسل یا وطن کے لوگوں کی مادی اور اقتصادی اغراض کی زیادہ سے زیادہ تشفی، اسلامی ریاست ایک مقصد کے حصول کا ذریعہ ہوتی ہے اور وہ مقصد حسن وکمال کی جستجو ہوتا ہے ایک قومی ریاست خود اپنا مقصد ہوتی ہے اور اپنے آپ سے بلند تر کسی مقصد کے لئے جدوجہد نہیں کرتی۔ اسلامی ریاست کی غیرت، حمیت اور قربانیوں سے دنیا بھر میں بے انصافی، دروغ، فریب، غلامی، لوٹ اور دوسری تمام بداخلاقیوں کی جڑ کٹتی ہے اور قومی ریاست کی غیرت، حمیت اور قربانیوں سے دنیا بھر میں ان تمام اخلاقی بدعنوانیوں کی جڑ مضبوط ہوتی ہے"

ڈاکٹر صاحب ایک اسلامی ریاست کی وسعت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۹۔ "اسلام کی رو سے ہر وہ شخص جو اسلام کے اصولوں کو قبول کرے خواہ وہ کسی مقام، رنگ، نسل، زبان اور رسوم وروایات سے تعلق رکھتا ہو۔ اسلامی ریاست کا ویسا ہی معزز، باوقار اور بااختیار فرد بن جاتا ہے جیسا کہ اس کا کوئی اور فرد۔ لہذا ایک اسلامی ریاست مساوی فرائض اور حقوق رکھنے والے افراد کی ایک جماعت کی حیثیت سے پھیل سکتی ہے یہاں تک کہ اس کی جغرافیائی حدود تمام کرہ ارض پر حاوی ہوسکتی ہیں لیکن ایک قومی یا وطنی

ریاست اس طرح سے نہیں پھیل سکتی۔ اپنی غیر مبدل ارضی حدود کے باہر جو اس کے نظریۂ وطنیت یا قومیت سے معین ہوتی ہے اس کے پھیلنے کی صورت صرف ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ ریاست دوسرے ملکوں کو فتح کرکے بلاواسطہ اپنا غلام بناتی چلی جائے یا بالواسطہ اپنی سیادت اور قیادت کے دائرہ میں داخل کرتی چلی جائے۔ لہذا مشمولہ ممالک پر اس کی حکومت وہاں کے لوگوں کے فائدہ کے لئے نہیں ہوتی بلکہ ایسی لوٹ کھسوٹ کےلئے ہوتی ہے جس سے گھر کے لوگ مستفید ہوتے ہیں"۔(۳۱)

علامہ اقبال نے مغربی تہذیب کو انتہائی قریب سے دیکھا تھا۔ انھوں نے مغربی دانشوروں کے افکار و نظریات کو فکر و نظر کی میزان میں تولا ان کے کردار اور اعمال کا جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ سب مکروفن اور جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے۔ علم، حکمت، تدبر اور حکومت کے نشہ میں مست لوگ عوام الناس کا لہو پیتے ہیں۔ چند کفن چور مل بیٹھے ہیں اور قبروں کی تقسیم پر ایک دوسرے سے الجھ رہے ہیں ان کی کاروائیاں عالم انسانیت کے لئے باعث ننگ اور موجب عار ہیں اور ان کے خیالات میں وہ زہر پنہاں ہے جو ابن آدم کو ہلاک کرکے چھوڑے گا۔

من درون شیشہ ہائے عصر حاضر دیدہ ام
آنچناں زہرے کہ ازوے مارہا در پیچ و تاب

علامہ اقبال کی نظر میں تہذیب حاضر نے نئے نئے بت تراشے ہیں مٹی، پتھر، لکڑی، سونے، چاندی وغیرہ کے بتوں کا زمانہ لد گیا۔ اب نت نئے افکار اور فلسفۂ جدید نے لات ومنات کی شکل اختیار کرلی ہے اور ان تازہ خداؤں میں وطنیت کا تصور سب سے زیادہ خطرناک ہے اس "خدائے باطل" نے محبت واخوت اور رحم و شفقت کے جذبات کا خاتمہ کردیا ہے اور انسانیت کو جنت سے نکال کر جنگ وجدل کی دوزخ میں جھونک دیا ہے۔

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روش لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

جو پیرہن اس کا ہے وہ ملت کا کفن ہے (۴۲)

علامہ اقبال نے وطنیت کے فتنے کا مقدور بھر مقابلہ کیا ہے اس موضوع پر ان کا فارسی کلام اردو کلام سے زیادہ مؤثر ہے۔ خصوصاً ذیل کی نظم جس کا ہر شعر آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ فتنۂ وطنیت کی تردید میں اس سے بہتر تحریر شاید ہی کہیں ملے۔

آں چناں قطع اخوت کردہ اند　　　بر وطن تعمیر ملت کردہ اند

جن لوگوں نے وطن کی بنیاد پر ملت کی عمارت استوار کی انہوں نے اخوت اور بھائی چارے کی جڑ کاٹ ڈالی

تا وطن را شمع محفل ساختند　　　نوع انساں را قبائل ساختند

(انہوں نے وطن کو اپنی محفل کی شمع بنایا اور انسانی برادری کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا)

جنتے جستند در بئس القرار　　　تا احلوا قومھم دار البوار

(انہوں نے ایک برے ٹھکانے میں جنت تلاش کی حتی کہ اپنی قوم کو ہلاکت و تباہی کے گھر میں جا اتارا)

ایں شجر جنت ز عالم بردہ است　　　تلخی پیکار بار آوردہ است

(وطنیت کے) اس درخت نے دنیا سے جنت کو نکال باہر کیا اور اس پر جنگ کی تلخی کا پھل آنے لگا)

مردمی اندر جہاں افسانہ شد　　　آدمی از آدمی بیگانہ شد

(اس جہاں میں انسانیت ایک افسانہ بن گئی اور آدمی ایک دوسرے سے بیگانہ ہو گئے)

روح از تن رفت و ہفت اندام ماند　　　آدمیت گم شد و اقوام ماند

(جسم سے روح پرواز کر گئی اور اعضاء باقی رہ گئے۔ انسانیت مٹ گئی اور دنیا میں قومیں ہی قومیں باقی رہ گئیں۔

تا سیاست مسند مذہب گرفت　　　ایں شجر در گلشن مغرب گرفت

(جب سیاست نے مذہب کی جگہ لے لی تو اس درخت نے یورپ کے باغ میں جگہ بنالی)

قصہ دینِ مسیحائی فسرد　　　شعلۂ شمع کلیسائی فسرد

(اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ) مسیحی مذہب کا چرچا نہ رہا اور کلیسا کی شمع کا شعلہ بجھ گیا)

اسقف از بے طاقتی درماندہ ئی مہرہ ہا از کف بروں افشاندہ ئی
(پوپ کا اقتدار باقی نہ رہا اور وہ عاجز او بے دست وپا ہو کر بیٹھ گیا)
قوم عیسی بر کلیسا پازدہ نقد آئین چلیپا وازدہ
(حضرت عیسی کے پیرو کاروں نے کلیسا کو ٹھکرا دیا اور صلیبی سکے کھوٹے قرار پائے)
دہریت چوں جامۂ مذہب درید مرسلے از حضرت شیطاں رسید
(دہریت نے جونہی مذہب کا لباس تار تار کر دیا تو شیطان کی جانب سے ایک ایلچی آن پہنچا)
آں فلارنساویٔ باطل پرست سرمہ او دیدۂ مردم شکست
(یعنی فلارنس کا وہ باطل پرست باشندہ (مکیاولی) جس کے سرمے نے انسانوں کی آنکھیں پھوڑ دیں)
نسخۂ بہر شہنشاہاں نوشت در گل ما دانۂ پیکار کشت
(اس نے باشاہوں کے مفاد کی خاطر ایک کتاب کیا لکھی کہ ہماری زمین میں جنگ کا بیج بو دیا)
فطرت او سوئے ظلمت بردہ رخت حق ز تیغ خامۂ او لخت لخت
(اس کی افتاد طبع انسانی قافلے کو تاریکی کی جانب لے گئی اور اس کے قلم کی تلوار سے حق ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا)
بت گری مانند آزر پیشہ اش بست نقش تازۂ اندیشہ اش
(آزر کی طرح اس کا پیشہ بھی بت تراشنا ٹھہرا۔ چنانچہ اس کی سوچ نے نئے نئے نقوش بنائے)
مملکت را دین او معبود ساخت فکر او مذموم را محمود ساخت
(اس نے ایک نیا دین بنایا جس میں مملکت کو معبود قرار دیا اس کے انداز فکر نے برائی کو اچھائی بنا کر پیش کیا)
بوسہ تا بر پائے ایں معبود زد نقد حق را بر عیار سود زد
(اس معبود کی قدم بوسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس نے نقد حق کو نفع کی کسوٹی پر کسنا شروع کیا۔
باطل از تعلیم او بالیدہ است حیلہ اندازی فنے گردیدہ است
(اس کی تعلیم سے باطل نے خوب فروغ پایا اور فریب و مکر نے باقاعدہ ایک فن کی حیثیت اختیار کر لی)

طرحِ تدبیر زبوں فرجام ریخت   ایں خسک در جادۂ ایام ریخت

(اس نے ایک ایسا نظریہ پیش کیا جس کا انجام بہت برا تھا گویا اس نے زمانے کی راہ میں کانٹے بکھیر دیئے)

شب بچشم اہلِ عالم چیدہ است   مصلحت تزویر را نامیدہ است

(اس نے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے رات کی تاریک چادر تان دی اور مکرو فریب کو مصلحت کا خوبصورت نام عطا کیا۔(۴۳)

علامہ کے پیش نظر صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ عالم انسانیت ہے اور وہ پوری انسانی آبادی کو اس فتنے سے بچا کر ایک اسلامی اور فلاحی مملکت کے زیر نگین دیکھنا چاہتے ہیں۔

علامہ مرحوم نے وطنیت کے بت کو خاک میں ملانے کے لئے قلمی جہاد کیا وہ مسلمانوں کے لئے اسلام کے اصولوں پر قائم وطن کے سوا کسی اور وطن کے قائل نہ تھے۔ ۸۔ جنوری ۱۹۳۸ء کو دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے اپنی ایک تقریر میں فرمایا تھا:

"موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں نسل یا مذہب سے نہیں"

اس تقریر کو اخبارات نے عجیب وغریب رنگ دے کر شائع کیا جس سے کچھ لوگوں نے یہ مضمون کشید کیا کہ مولانا ہندوستان کے مسلمانوں کو قوم پرستی کا درس دے رہے ہیں۔ اور انہیں باور کرا رہے ہیں کہ ان کی قومیت کی بنیاد ان کا وطن (ہندوستان) ہے نہ کہ مذہب۔ علامہ اقبال نے اخباری بیانات سے متاثر ہو کر اور مولانا مرحوم سے رجوع کئے بغیر ان پر تنقید کر ڈالی:

"عجم ہنوز نہ داند۔۔۔۔۔۔۔"

ان تین اشعار نے آگ لگا دی۔ مولانا کے حامیوں نے جوابی حملے شروع کر دیئے۔ اقبال سہیل نے بیس اشعار پر مشتمل ایک نظم لکھی اور علامہ کو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ اس طرح ہندوستان کے مسلمان دو دھڑوں میں بٹ گئے۔ ابتداء میں یہ لڑائی قلم و قرطاس کے دائرے تک محدود رہی لیکن رفتہ رفتہ عوام میں پھیلنے لگی اور نوبت ہاتھا پائی تک جا پہنچی۔ قبل اس کے کہ یہ چنگاری بھڑک کر شعلۂ جوالہ بنتی اور آتش فشاں پہاڑ کا دہانہ آگ برسانے لگتا، راقم الحروف کے خاندان کے ایک بزرگ علامہ طالوت مرحوم سامنے آئے۔ انہوں نے مولانا

مدنی اور علامہ اقبال دونوں سے بذریعہ خط وکتابت رابطہ قائم کیا، دونوں کو ایک دوسرے کے موقف سے آگاہ کیا اور جنگ کے شعلوں کو صلح و آشتی کی پھوار سے ٹھنڈا کردیا(۳۴)

برصغیر میں گزشتہ ایک صدی کے دوران قومیت اور وطنیت کے موضوع پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت نے اسلامی نظریہ کی حمایت کی ہے اور اس سے متصادم تمام نظریات کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ لہذا اس گڑے مردے کو پھر سے زندہ کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ آئیے ہم سب علامہ اقبال کی اس نصیحت پر کان دھریں

شکوہ سنج سختیٔ آئین مشو
از حدودِ مصطفیٰ بیروں مرو

حوالہ جات

۱- روزنامہ جنگ راولپنڈی ۱۸، ۱۹ مئی ۱۹۹۶ء

۲- موضوعات الصغانی ص:۵۳ حدیث ۸۱

۳- الاسرار المرفوعہ ص:۱۹۰ حدیث ۱۶۴

۴- الکشف الالٰہی ج:۱ ص:۳۱۴ حدیث ۳۵۰

۵- المقاصد الحسنہ ص:۱۹۵ حدیث ۳۸۶

۶- الدرر المنتثرہ ص:۷۴ حدیث ۱۹۰

۷- الغماز علی اللماز ص:۹۷ حدیث ۸۸

۸- الاسرار المرفوعہ ص:۱۹۰ حدیث ۱۶۴

۹- تمییز الطیب من الخبیث ص:۷۷ حدیث ۵۰۸

۱۰- تذکرۃ الموضوعات ص:۱۱

۱۱- الاسرار المرفوعہ ص:۱۹۰ حدیث ۱۶۴

۱۲- الفوائد الموضوعہ ص:۱۰۳ حدیث ۱۷۴

۱۳- الجد الحثیث ص:۳۲ حدیث ۱۱۱

۱۴- کشف الخفاء ج:۱ ص:۳۴۵ حدیث ۱۱۰۲

۱۵- الکشف الالٰہی ج:۱ ص:۳۱۴ حدیث ۳۵۰

۱۶- النخبۃ البھیۃ ص:۵۲ حدیث ۱۰۳

۱۷- اسنی المطالب ص:۱۸۱ حدیث ۵۵۲

۱۸- تحذیر المسلمین ص:۱۳۳ حدیث ۱۱۶

۱۹- المقاصد الحسنہ ص:۱۹۵ حدیث ۳۸۶

۲۰- الاسرار المرفوعہ ص:۱۹۰ حدیث ۱۶۴

۲۱- المصنوع فی معرفۃ الحدیث المرفوع ص:۹۱ حدیث ۱۰۶

۲۲- الاسرار المرفوعہ ص:۱۹۰ حدیث ۱۶۴

۲۳- الاسرار المرفوعہ ص:۱۹۰ حدیث ۱۶۴

۲۴- سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ج:۱ ص:۵۵ حدیث ۳۶